© rasailojaraid.com

'بندگی میں میرا بھلا نہ ہوا'

(مغربی سیاست اور اخلاقی بحران)

ہم نے پہلے بھی لکھا تھا کہ اس صدی کی دو خوف ناک جنگوں میں عربوں نے مغرب کا ساتھ دیا اور اس کے نتیجہ میں انہیں مغرب ہی کے ہاتھوں ذلت و رسوائی کا تلخ گھونٹ پینا پڑا۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر برطانیہ اور فرانس نے عرب وحدت کو پارہ پارہ کر کے اسے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا' لبنان اور شام پر فرانس نے تسلط جما لیا۔ اردن' عراق اور فلسطین برطانیہ کے زیر اثر رہے۔ دوسری عالم گیر جنگ کے خاتمے پر برطانیہ' فرانس اور امریکہ نے U.N.O میں فلسطین کو تقسیم کر کے یہودیوں کے حوالے کر دیا اور فلسطین میں اسرائیل کے نام سے ایک نئی ریاست وجود میں آگئی۔ افسوس! اتنی بڑی سزا ملنے پر بھی ہم اور ہمارے دوست خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور اگر کسی صاحب جنوں نے مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور عربوں کو امریکہ و روس کی سرد جنگ میں آلہ کار نہ بننے کا مشورہ دیا' تو اسے مصر کے بازار میں پابجولاں چلنا پڑا' جمال عبدالناصر کو مغرب کے ہاتھوں زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ عبدالناصر کی وفات کے بعد سے آج تک تقریباً پوری عرب اور مسلم دنیا مغرب کے زیر اثر ہے اور سرد جنگ میں اس نے امریکہ کا ساتھ دیا' جونہی ۱۹۹۰ء میں سویت یونین کا شیرازہ بکھرا' اور عالمی توازن بگڑا' تو عالمی سٹیج پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امریکہ کا کوئی حریف نہ رہا۔ اس نے کویت کی امداد کے نام پر ۱۹۹۱ء میں اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر عراق پر حملہ کر دیا' کیوں کہ عراقی حکمران نے کویت پر حملہ کرنے کی غلطی کی تھی۔ اس جنگ میں خلیج کے عرب ملکوں نے عراق پر مغربی فوج کشی کے نہ صرف پورے اخراجات برداشت کیے' بلکہ اس جنگ کے بعد بھی عرب دولت برابر مغربی ملکوں کے قدموں پر نچھاور کی جاتی رہی۔ مثلاً خلیجی جنگ کے خاتمے پر امریکہ' فرانس اور برطانیہ میں جنگی جہاز بنانے والی کمپنیوں نے متحدہ عرب امارتوں سے سودا کرنے کی کوشش کی' جس میں طے پایا کہ وہ عرب امارتوں کو تقریباً چھ (٦) بلین ڈالر کی لاگت پر لڑاکا ہوائی جہاز فراہم کریں گی۔ حالاں کہ ابوظہبی میں صرف ایک فوجی اڈہ ہے اور فوجی ہوائی جہازوں کے لیے نہ تو آدمی ہیں اور نہ ہی تربیت کا کوئی انتظام۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ متحدہ عرب امارتوں نے مزید اتنی ہی رقم (٦ بلین ڈالر) خلیجی جنگ میں مغربی ملکوں کی "خدمات" کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مغرب کی خدمت میں پیش کی ہے۔ جس سے مقصد یہ ہے کہ اگر مستقبل میں انہیں کوئی خطرہ پیش آیا تو ان سے (مغربی ملکوں) توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے "وفاداروں" کا خیال رکھیں گے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: اکانومسٹ' ۱۸ مئی ۱۹۹۶ء' لندن)

مغرب کے لیے اتنی بڑی جانی اور مالی قربانی دینے کے بعد بھی عربوں کو مغرب سے رہائی نہیں ملی۔ آج امریکہ اور برطانیہ ازسرنو عراق پر ممکنہ حملہ کرنے کے لیے پر تول رہے ہیں اور عراق کی فضائی حدود میں اس کے جنگی جہاز برابر پرواز کر رہے ہیں۔ فرانس' روس اور چین نے امریکہ کو عراق پر حملے کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا ہے اور عرب ملکوں کی ایک بڑی تعداد نے عراق پر فوج کشی کی مخالفت کی ہے' لیکن امریکی سیاست کا مغرورانہ رویہ کسی کی بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سننے کے لیے تیار نہیں' اور برابر یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ عراق کے تباہ کن ہتھیاروں کو تباہ کرنے کے لیے عراق پر حملہ کرنا ضروری ہے۔ کیا خوب! گویا امریکہ یا اس کے حلیف اسرائیل کے پاس تباہ کن ہتھیار نہیں ہیں! جس U.N.O کے نام پر امریکہ عراقی عوام کو خوف ناک سزا دینا چاہتا ہے' کیا اسرائیل نے U.N.O کی قراردادوں پر کبھی عمل کیا ہے؟ کیا بیت المقدس یا دوسرے عرب علاقوں سے متعلق اسرائیل نے U.N.O کی کوئی بات سنی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ عالمی اقتصادی سامراج عرب پٹیرول پر اپنا تسلط برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ اگر امریکہ نے عراق پر حملہ کیا' تو اس سے نہ صرف عراقی عوام تباہ ہوں گے' بلکہ مسلم اور عرب دنیا میں مذہبی یا سیاسی "انتہا پسندی" کو بھی تقویت ملے گی' جس کے نام پر مغربی سیاست اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغربی عوام میں نفرت پھیلاتی رہتی ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ آج پوری دنیا میں مغربی سیاست نے ایک ہول ناک اخلاقی بحران کو جنم دیا ہے' وہ جمہوریت' تہذیب اور حقوق کے نام سے پوری عالمی برادری کو اپنا اقتصادی غلام بنانا چاہتی ہے اور جو کوئی اس کی راہ میں آڑے آتا ہے' اس کے خلاف جمہوریت اور انسانیت کے نام سے اتنا خوف ناک پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ عوام الناس' خواہ وہ مغرب کے باسی ہوں' یا مشرق کے مکین' متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ ایک برطانوی مدبر سر آر' ڈبلیو لونگسٹن (Livingston) نے اپنی کتاب افلاطون میں اس اخلاقی بحران پر کہا تھا: اگر آج سقراط زندہ ہوتا تو وہ یقیناً ہمارے سیاست دانوں' صحافیوں اور دوستوں سے پوچھتا کہ تم آزادی' جمہوریت' غیر طبقاتی سوسائٹی' یا کسی دوسرے نعرے یا جذباتی الفاظ بول کر کیا مراد لیتے ہو؟ ان کا مفہوم کیا ہے! افسوس! ہر قوم کی بدنصیبی یہ ہے کہ سقراط آج زندہ نہیں اور نہ ہی اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنا کوئی جانشیں چھوڑا ہے۔" یہ بات محتاج بیان نہیں کہ مغرب اپنے مادی فوائد کے لیے آفاقی اور اخلاقی قدروں کو ادھر دو سو سال سے پامال کر رہا ہے۔ اس پر انسانی تاریخ بہت ماتم کر چکی اور مغرب کے اہل فکر اس پر بہت کچھ لکھ چکے' آج مغرب کے اہل نظر کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں، مغرب اپنے ساتھ مشرق کو بھی نہ لے ڈوبے۔ فرانس کے معروف دانشمند رینے گینوں (Rene Guenon) نے اپنی کتاب "جدید دنیا کا بحران" میں دکھ کے ساتھ اس خطرے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: جدید اثرات کے نتیجے میں کیا مشرق کو وقتی اور سطحی بحران سے واسطہ پڑے گا' یا مغرب حتمی طور پر اپنے زوال میں اپنے ساتھ تمام بنی نوع انسان کو شریک کرے گا؟

رینے گینوں نے آگے چل کر مزید کہا کہ "برا ہو ان اندھے رہنماؤں کا' اگر ان پر بروقت کوئی پابندی نہ لگائی گئی' تو یہ اندھے لیڈر اپنے اندھے پیروؤں کے ساتھ تباہی کے ایک گہرے غار میں گر جائیں گے۔"

لیکن مغربی حکمران اپنے مدبروں اور دانش مندوں کی بات پر دھیان دینے کے لیے تیار نہیں' اسے یہ فکر لاحق ہے کہ ایشیا اور افریقہ آگے چل کر کہیں اس کے اقتصادی تسلط سے آزاد نہ ہو جائیں' ایشیا' خاص طور پر چین اور جاپان ٹیکنالوجی اور اقتصادیات میں جس تیزی سے ترقی کر رہے ہیں' اگر کہیں ان کے ساتھ مسلم دنیا بھی شامل ہو گئی' تو پھر دنیا پر اس کی اقتصادی سیادت ختم ہو جائے گی۔ لندن کے ایک اخبار سنڈے ٹائمز نے لکھا تھا کہ اسلامی ریاستیں بحر متوسط (Mediterranean Sea) کے جنوبی کناروں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ پیٹرول کی بنیادی سپلائی پر بھی انہی ریاستوں کا قبضہ ہے' اور شاید جلد ہی صدام حسین کے فرسودہ ٹینکوں کے برعکس جدید ہتھیار بھی ان کے پاس آجائیں' مزید یہ کہ سویت یونین کے سقوط کے بعد یہی اسلامی ریاستیں ہیں جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایشیا کے جنوبی کناروں تک آباد ہیں۔" یہی وجہ ہے کہ مغرب کا سرمایہ دار طبقہ، جو جمہوریت، تہذیب اور انسانی حقوق کے نام سے دنیا میں پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ عرب اور مسلم دنیا کے "ممکنہ خطرہ" سے بچنے کے لیے ایک "مربوط اور ٹھوس پروگرام" اپنے پاس رکھتا ہے، اور جب کبھی کوئی دانائے راز مسلم دنیا کو مغرب کی چالوں سے آگاہ کرنے کے لیے میدان میں اترتا ہے، تو اسے مغربی سیاست خود مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے سیاسی سٹیج سے پیچھے دھکیل دیتی ہے۔ ایران کے محمد مصدق ہوں، یا مصر کے جمال عبدالناصر یا الجیریا کی جنگ آزادی کے ہیرو، سب انہی سازشوں کا شکار ہوئے۔ کیوں کہ یہ لوگ مغرب کے اقتصادی سامراج کے خلاف تھے۔ آج الجزائر میں جس بے دردی سے بے گناہ اور معصوم شہریوں کا خون بہایا جا رہا ہے، وہ بھی ایک سازش کے تحت ایک فوجی ٹولے کے ہاتھوں بہایا جا رہا ہے اور تہمت اعتدال پسند اسلامی جماعتوں پر لگائی جا رہی ہے۔ آج مشرق بعید میں انڈونیشیا، ملایا اور جنوبی کوریا میں جو خوف ناک اقتصادی بحران پیدا کیا گیا ہے، اس سے آج ہر کوئی واقف ہے کہ اس کے پیچھے کن "عالمی سرمایہ داروں" کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ آج ایک طرف چند مغربی سرمایہ دار حکومتیں عراق پر آسمان سے آگ برسانے کی فکر میں ہیں، دوسری طرف عرب اور مسلم دنیا ہے، جس کے ارباب اقتدار خاموش تماشائی بن کر ڈرامہ دیکھ رہے ہیں، کیا اچھا ہو تا کہ عرب اور مسلم دنیا، افروایشیائی ملکوں کے ساتھ مل کر مغرب کے اقتصادی سامراج سے رہائی کے لیے کوئی مربوط پروگرام بناتی، خاص طور پر جنوبی ایشیا کے ملک، جن میں بھارت اور پاکستان پر دو بڑے ملک ہونے کی حیثیت سے بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اختلافات کا باوقار حل تلاش کر کے کروڑوں انسانوں کو غربت اور افلاس سے نجات دلائیں، اور اگر بدقسمتی سے ایسا باوقار حل ہاتھ نہ آیا، تو یہ ایک المیہ ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کے جانشین ایک نیا جنم لے کر ہمارے مادی وسائل پر کنٹرول کریں گے، حکومت بہادر شاہ ظفر کی ہوگی، لیکن اقتدار اور اختیار "کمپنی" کے پاس۔

اب سوال یہ ہے کہ اس عالمی سرمایہ داری کی "بندگی" سے ہمیں کیوں کر نجات مل سکتی ہے؟ وقت کے اس سنگین چیلنج کو قبول کرنا ہمارے لیے ازبس ضروری ہے، لیکن اس کے لیے کھوکھلے نعروں، اور الفاظ کی شعبدہ بازی کی بجائے، ہمیں اپنے گھر کو پاک صاف کرنا ہوگا، کرپشن، کام چوری، اخلاقی غیر ذمہ داری، لسانی اور مذہبی فرقہ پروریت پر قابو پانے کے لیے ہمیں سنجیدگی سے اپنے قانونی، اقتصادی اور علمی اداروں کی تنظیم نو کرنا ہوگی، اس سلسلہ میں ہمیں جاپان، سنگاپور اور چین کے تجربوں سے بھی مدد مل سکتی ہے۔ نیز عرب اور مسلم دنیا کی اسلامی تنظیم کو جس کے تحت ابھی طہران میں مسلم ملکوں کا اجتماع ہوا ہے۔ صحیح معنی میں منظم اور فعال بنانا ہوگا۔ یہ ایک لمبی پر مشقت راہ ہے، جس پر ایک نئے ولولے، عزم، صبر اور استقامت سے چلنا ہوگا۔ شاعرانہ جذب و مستی کی بات تو نہیں کہ دو گام چلنے پر شاعر منزل کو سامنے پاتا ہے۔

بے شبہ قد و گیسو میں قیس و کوہکن کی آزمائش تھی، لیکن آج اقتصادی آزادی اور مسلم ملت کی تعمیر و تشکیل کے لیے مسلم دنیا کو "دار و رسن" کی منزل سے گزرنا پڑے گا۔ ہم آج ایک "عالمی بستی" میں جی رہے ہیں۔ اس میں وہی قوم صحت مند اور مثبت کردار ادا کر سکتی ہے جو ذوق تجسّس اور ذوق عمل کی لذت سے آشنا ہو، اور اپنی بلند روحانی، فکری اور ثقافتی قدروں سے انس پریشن (Inspiration) لے کر آگے بڑھنے کا حوصلہ رکھتی ہو۔ دیکھیے اس چیلنج کو کون قبول کرتا ہے۔ ہماری نسل جس کی نگاہیں ابھی تک جلوۂ فرنگ سے خیرہ ہیں اور جو اپنے ہی پندار کی اسیر ہے۔ یا نئی نسل جس کی منزل "چرخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیلی فام" سے پرے ہے اور منزل تک پہنچنے کے لیے ایک صبر آزما اور پر مشقت راہوں پر چلنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ دیکھیے اس چیلنج کو کون قبول کرتا ہے؟

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

رشید احمد (جالندھری)

© rasailojaraid.com